© rasailojaraid.com

سفر نامہ یورپ — حافظ راشد الحق حقانی

ذوق پرواز

(قسط نمبر ۳)

میری نیرنگئ وحشت کا عالم کوئی کیا جانے
بہاریں ساتھ لاؤنگا اگر پلٹا بیاباں سے

گاڑی ریلوے سٹیشن پر پہنچی تو شام کے سات بج رہے تھے۔پلیٹ فارم پر اترا جب نگاہ ڈالی اور غور سے دیکھا تو انسانوں کا ایک ہجوم تھا۔میں نے ہر سمت دیکھا اور جلد ہی اندازہ ہو گیا کس بے کنار دریا میں اپنا سفینہ ڈال دیا ہے ادھر ادھر دیکھا کوئی بھی شناسا چہرہ نظر نہ آیا۔پریشانی میں اضافہ ہوا۔باالآخر لندن میں مقیم رشتہ داروں کو فون کیا کہ آپ کا آدمی تو لینے نہیں آیا تو وہاں سے یہ نوید روح افزا مژدہ سنایا گیا کہ وہ شخص فرانس سے باہر گیا ہوا ہے حیرانی اور پریشانی میں مزید اضافہ ہوا۔پھر ایک سمت میں نے ان بھول بھلیوں میں گھومنا شروع کر دیا۔ایک آدمی سے باہر کا راستہ دریافت کیا تو اس نے فرینچ میں بتایا۔میں نے نہ سمجھتے ہوئے بھی شکریہ ادا کیا تو اس نے راستہ بتانے کا معاوضہ طلب کیا میں حیران بلکہ اپنے استفسار پر شرمسار ہو گیا۔بڑی مشکل سے جان چھڑائی اور مختلف راستوں ، الیکٹرک سیڑیوں سے گزرتے ہوئے باہر آیا۔یہ پیرس کا مشہور اور بڑا (گاڑدینو) سٹیشن تھا۔یہاں پر خوش قسمتی سے چند بھارتی بوڑھی خواتین نے میری پریشانی کو بھانپتے ہوئے میری رہنمائی کی اور مشورہ دیا کہ بیٹا سب سے پہلے کرنسی چینج کرو۔پیسے تبدیل کرنے کے بعد کافی مشکلوں سے اسٹیشن کی حدود سے باہر نکلا۔ہاتھوں میں ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بکس اور بیگ کا بارِ گراں تھا۔بڑی مشکل سے ایک ٹیکسی ڈھونڈنا شروع کر دی۔میرے سامنے ٹیکسیاں آتی رہیں اور رکنے کا نام نہ لیتیں پھر کسی نے اشارے سے بتایا۔کہ فلاں راستوں (گورکھ دھندے) سے ہوتے ہوئے نیچے ٹیکسی سٹینڈ میں قطار کے اندر کھڑے ہوکر آپ کو ٹیکسی ملے گی۔بہر حال ٹیکسی سٹینڈ کو دریافت نہ کر سکا اور جھنجھلاتے اور خود کو کوستا ہوا اسٹیشن سے باہر آگیا۔راستہ میں کوئی ٹیکسی نہ رکی بڑی مشکل سے ایک کلومیٹر کا راستہ طے کیا اور سٹاپ پر پہنچنے میں کامیاب ہوگیا اب جب ٹیکسی والے آتے رہے تو سب فرنچ بولتے رہے۔کافی جتن کیے اور اشاروں کنایوں سے سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ نہ سمجھے میں نے ایک علاقہ کا نام بتایا جہاں پاکستانی اور انڈین رہتے ہیں لیکن ان کو تلفظ سمجھ نہیں آرہا تھا۔اہل فرانس تلفظ کا بڑا خیال رکھتے ہیں۔جب تک آپ تمام صفات و مخارج کے ساتھ اُن کے مخصوص لہجے میں نہیں کہیں گے وہ نہیں سمجھیں گے۔وہ سمجھتے ہوئے بھی انجان بنے رہیں گے۔اہل فرانس انگریزی سے شدید نفرت کرتے ہیں اور جانتے ہوئے بھی کبھی بھی آپ سے انگلش میں بات نہیں کرینگے میں نے اس بارے بہت کچھ سنا تھا اور اب مشاہدہ کرلیا۔اگر آپ ان سے انگریزی کے علاوہ کسی بھی دوسری زبان میں بات کرینگے تو وہ رہنمائی کیلئے تیار ہوجائینگے۔بالآخر مایوس ہوکر روڈ کراس کیا تو ایک سفید ریش بزرگ پر نظر پڑی فوراً اس کی طرف لپکا۔کہ شاید "خضر راہ" بن کر اس "بھٹکے ہوئے راہی کو" "نشان منزل" بتادے۔قریب آکر سلام کیا اور اپنی مشکل بتائی۔انہوں نے آگے سے بتایا کہ میں خود "گم کردہ راہ" ہوں۔ایک دو روز کیلئے امریکہ جاتے ہوئے پیرس رک گیا تھا۔اب سمجھ نہیں آرہا کہ اپنے ہوٹل کیسے پہنچوں۔

؎ کیا کیا خضر نے سکندر سے اب کسے رہنما کرے کوئی

البتہ تمھاری اس قدر مدد کر سکتا ہوں کہ سامنے ایک ہندوستانی برہمن پھل فروش ہے اس سے کچھ رہنمائی حاصل کرو۔میں اس پھل فروش کے پاس گیا تو اس نے خالص پنجابی لہجے میں بتایا کہ تقریباً ایک کلومیٹر دور انڈر گراؤنڈ اسٹیشن (میٹرو) ہے وہاں تک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیدل جاؤ۔اور (چھتادو) علاقہ میں پہنچ جاؤ وہاں پر پاکستانی اور ہندوستانی ٹورسٹ علاقہ ہے سامان کو کھینچتے ہوئے ہانپتے کانپتے وہاں تک پہنچا اور نیچے انڈر گراؤنڈ میں اتر گیا یہ اچھا ہوا کہ میں انگلینڈ کے پچھلے دورے میں انڈر گراؤنڈ کا عادی ہوچکا تھا مگر یہاں زبان کا مسئلہ سب سے مشکل تھا۔ قدم قدم پر اس کی وجہ سے پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔ اور پھر یورپ میں سب سے بڑا زیر زمین ریلوے سسٹم فرانس میں ہے۔

زمین کے اندر بڑے بڑے ریلوے اسٹیشن ہیں۔ اتنے بڑے کہ پورے شہر کا گمان ہوتا ہے۔ المختصر گاڑی میں سوار ہوگیا۔ فرینچ ایک ٹورسٹ کے پاس اتنے زیادہ سامان کو حیرت سے دیکھ رہے تھے کہ اس جان ناتواں پر کس کس کا بوجھ لدا ہوا ہے مطلوبہ مقام پر پہنچا اور پھر ہوٹل کی تلاش میں پورے علاقہ کا چکر کاٹا۔ آخر اپنی مطلوبہ جگہ پہنچ ہی گیا۔ یہاں چند پاکستانیوں کی دکانیں تھیں ان سے مدد طلب کی قریبی ہوٹل میں جگہ ڈھونڈنے لگا بڑی مشکلات اور تگ ودو سے ہوٹل

"فرانس" میں کمرہ ملا۔ نہایت ہی مہنگا یہ تھری سٹار ہوٹل تھا اور تقریبا تین ہزار روپے ایک رات کے بن رہے تھے مجبورا کمرہ لیا کیونکہ شام ہوچکی تھی اور تھکاوٹ سے برا حال تھا۔ چوتھے فلور پر کمرہ تھا جاتے ہی پلنگ پر ڈھیر ہوگیا۔ کچھ دیر بعد ہوش حواس کو جمع کیا اور کھانے کی تلاش میں سرگرداں ہوا۔ یہ بھی مشکل مرحلہ تھا باہر خاصی سردی تھی اور ہلکی ہلکی بوندا باندی بھی ہورہی تھی۔ لیکن سردی کا تریاق میں نے اوڑھ لیا تھا یہ لانگ کوٹ تھا جو آپ کو بارش اور سردی سے محفوظ رکھتا ہے۔ مغربی ممالک میں تقریبا تمام مرد وزن سب اس کا استعمال لازماً کرتے ہیں۔ اس نے یورپ میں میرا کافی ساتھ دیا۔ نیچے اترا اور گرد ونواح پر نظر دوڑائی کہ اس درویش بے گلیم کا پڑاؤ کس وادی غیر ذی زرع میں ہے۔ چلتے ہوئے احتیاطاً ہوٹل کا کارڈ جیب میں رکھ لیا تھا (داشتہ بکار آید) کہیں کام آئے گا۔۔۔۔ جس انجانے خوف سے ڈر رہا تھا وہی ہوا آخرکار اپنی عادت کے مطابق راستہ گم کردیا بلکہ علاقہ کا بھی کچھ پتہ نہیں چل رہا۔ رات کا وقت تھا اور میں حلال کھانے کے چکر میں ادھر ادھر پھر رہا تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ع نکل گیا ہے وہ کوسوں دیار حرماں سے

اب رات کا عالم سخت سردی، تن تنہا ، نہ جان نہ پہچان نہ زبان ، کبھی ایک جانب کبھی دوسری جانب کہاں سے کہاں نکل گیا ۔جگہ جگہ بدمعاش لڑکے کھڑے تھے اور گھورتی نگاہوں سے ہر ایک کا تعاقب کررہے تھے ۔پھر مجھے یہ بھی بتایا گیا تھا کہ رات کو یہ لوگ تنہا لوگوں کو بالخصوص اجنبی مسافروں کو نقصان پہنچانے میں پس وپیش نہیں کرتے ۔اور لوٹ مار بھی کرلیتے ہیں ۔یہ بھی مغربی ممالک اور امریکہ کی بڑی بد قسمتی ہے کہ نئی نسل اپنی عیاشیوں ، منشیات اور دیگر ضروریات کیلئے لٹیرے بن رہے ہیں ۔میں نے دوران سفر یورپ کے اکثر شہروں میں یہ بات نوٹ کی کہ آپ رات کو تن تنہا سفر نہیں کرسکتے کسی بھی جگہ اور کسی بھی موڑ پر آپ کا واسطہ کسی لٹیرے ،بدمعاش اور نشے میں دھت لوگوں سے پڑسکتا ہے ۔خصوصاً انگلینڈ، امریکہ اور فرانس میں تو ہر روز ہزاروں واقعات ہوتے ہیں ۔بلکہ سننے میں آیاہے کہ امریکہ کی بعض ریاستوں میں تو پولیس باقاعدہ لوگوں کو یہ مشورہ دیتی ہے کہ رات کو سفر کے دوران اپنی جیب میں چند ڈالر ضرور رکھیں کیونکہ اگر چوروں کوکچھ نہ ملے توغصہ میں آپ کو نقصان بھی پہنچاسکتے ہیں۔ حقیقت میں ان مہذب ممالک کے شہروں کا یہ حال ہے۔میں نے پیرس میں جتنے زیادہ چور ،لٹیرے نراڈئیے، بدمعاش دیکھے وہ یورپ کے کسی دوسرے شہر کے مقابلے میں بہت زیادہ ہیں اوربد قسمتی سے ان میں اکثریت عربوں کی ہے۔ خصوصاً الجزائری ، تیونسی ، مراکشی، مصری، تھوڑے بہت ایشین اور زیادہ تر افریکن کالوں کی ہے۔ بالخصوص مراکیشیوں نے تو اہل فرانس کو ہلاکر رکھ دیا ہے۔ ان کی شرارتوں اور کمینگیوں نے پورے فرانس میں مسلمانوں کا ایمیج انتہائی خراب کردیا ہے۔ ہر روز نیا جھگڑا، نیا فراڈ اور نئی شرارت وہاں کے اخبارات کی شہ سرخی بنتی ہے۔ ان لوگوں میں اکثریت تارکین وطن کی ہے۔ جو چوری چھپے غیر قانونی طور پر وہاں رہ رہے ہیں۔ پیرس کی مثالی نفاست ، صفائی اور انتظام امن وامان پر یہ غیر قانونی لوگ اثر انداز ہوتے ہیں۔ مجھے یہ تاثرات اکثر فرانس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باشندوں نے ہی بتائے ہیں۔ خیر جب میں کافی دور بھٹک گیا تو ایک گلی میں دو سائے رینگتے ہوئے دکھائی دیئے۔ ڈرتے ڈرتے ان سے انگلش میں بات شروع کی میں خود بھی خوفزدہ تھا اور میرے مخاطبین کا حال بھی مجھ سے مختلف نہ تھا کہ خدا خبر یہ شخص کون ہے۔ میں نے ان پر واضح کیا کہ میں اپنا ٹھکانہ بھول گیا ہوں اور "نشان منزل" نہیں مل رہا۔ پلیز میری کچھ رہنمائی فرمائیں۔ ان کو میرے حال پر رحم آگیا اور مجھے تسلی دیتے ہوئے اپنے ساتھ لیا اب میں ان کے رحم وکرم پر تھا۔ میرے یہ رہنما دوست سٹوڈنٹ تھے۔ راستہ بھر میں ان کو اپنی پیرس میں پہلی رات کی "ستم ظریفی" کا حال سنا رہا تھا اور وہ مسکرا رہے تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ خوش قسمت ہیں جو اتنی رات گئے چوروں لٹیروں سے محفوظ رہے اور کچھ نقصان نہ ہوا۔ میں نے ان کو اپنا کارڈ دکھایا۔ انہوں نے سب سے پہلے ٹیلی فون بوتھ سے میرے ہوٹل فون کیا منیجر سے فرینچ میں علاقہ اور راستہ معلوم کیا۔ پھر بتایا کہ آپ کی منزل کا سراغ مل گیا ہے۔ اور میرے ساتھ چل پڑے۔ راستہ میں انہوں نے پیرس کے بارے میں مفید معلومات فراہم کی۔ اور غیر ملکی تارکین وطن کا رونا رویا، کہ ان کے ہاتھوں آج ہمارا وطن اور ہمارا دیس محفوظ نہیں۔ دونوں جانب سے انگریزی کی خوب خبر لی جارہی تھی۔ میں تو انگریزی میں کمزور تھا ہی مگر دوسری جانب بھی معاملہ کچھ بہتر نہ تھا۔ اور تنہا مجھے خفت نہیں اٹھانا پڑرہی تھی۔

رکھ لی ہے خدا نے میری بے کسی کی شرم

اہل فرانس کے اس رویئے نے مجھے اس رات بہت متاثر کیا۔ انہوں نے تقریباً آدھا گھنٹہ میری رہنمائی کی۔ اپنا ذاتی فون کارڈ استعمال کیا۔ مفید مشورے دیئے اور ہوٹل کے دروازے میں چھوڑ کر چلے گئے۔ رات گزر گئی۔ صبح کو اب پیرس کو "مسخر کرنے" کا ارادہ تھا۔ طبعیت میں گرانی اور وحشت کا دور دور تک اثر نہیں تھا۔ پیرس کے مشہور آب وہوا اور موسم نے راتوں رات انقلاب پیدا کردیا تھا۔ سب سے پہلے میں ریلوے اسٹیشن پہنچا۔ تو ہب ملا کہ شہر کے تفریحی مقامات کیلئے میٹرو بھی جاتی ہے، اور بسیں بھی، مگر بس میں وقت زیادہ لگتا ہے۔ میں نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بس کو ترجیح دی، کیونکہ

اس سے شہر کی سیر اچھے طریقہ سے ہوتی ہے، اور ویسے بھی مجھے زیر زمین میٹرو کا اتنا شوق نہیں تھا۔ یہاں کی بسیں انتہائی خوبصورت کشادہ اور لمبی ہوتی ہیں۔ ہر علاقہ کیلئے نمبروار بسیں ہوتی ہیں۔ آپ بس کے اندر ہی ٹکٹ خرید سکتے ہیں۔ پھر اس کو خود کار مشین چیک کرکے آپ کیلئے راستہ کھول دیا جاتا ہے۔ بس میں بیٹھنے کے بعد میری منزل بلکہ ہرسیاح کی منزل پیرس کا مشہور عالم اور دنیا کا عجوبہ ایفل ٹاور تھا۔ بس میں ٹورسٹ زیادہ تھے کیونکہ سیزن تھا۔ امریکن کافی تعداد میں تھے۔ بس شہر کے درمیان سے گزر رہی تھی مختلف بازاروں اور چوکوں سے گزرتی ہوئی آخر منزل مقصود پر پہنچ گئی۔ تھوڑا فاصلہ پیدل طے کیا۔ اب ہمارے سامنے دنیا کا وہ عجوبہ کھڑا تھا جس کا عمر بھر تصاویر میں نظارہ کیا تھا اور بچپن سے اس کا نام سن رکھا تھا۔ ایفل ٹاور لوہے فولاد کا پہاڑ، صنعت وحرفت کا لازوال کارنامہ، فن انجنیئرنگ کا ایک انوکھا شاہکار، اہل فرانس کا افتخار۔ آپ نیچے سے نگاہ ڈالنا شروع کریں تو نگاہیں اٹھتی ہی چلی جاتی ہیں۔ آخری سرا آسمانوں کو چھوتا نظر آئے گا۔ لوہے فولاد کا بنا ہوا یہ ٹاور ایک عجیب کشش رکھتا ہے۔ یہ آہنی مینار ۱۸۸۹ء کی نمائش گاہ کے موقع پر بنایا گیا تھا۔ دراصل فرانس کی حکومت نے انقلاب فرانس کی یادگار تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا تو دنیا بھر کے چیدہ چیدہ انجنیئروں اور معماروں سے اس یادگار کو بنانے کے نمونے طلب کئے۔ اس تاریخی عجوبہ کا خالق انجنیئر الیگزینڈر گستاف ایفل (Gustaveiffel) ہے۔ آپ کا نمونہ سب سے زیادہ پسند کیا گیا، اور اسی کے نام پر اس منصوبہ کا آغاز ہوا۔ اس مینار کی تعمیر جنوری ۱۸۸۷ء کو ہوئی اور ۳۰ مارچ ۱۸۸۹ء کو مکمل ہوئی۔ اس کی تعمیر میں تہتر لاکھ (۷۳۰۰۰۰۰) کلوگرام لوہا استعمال ہوا، اور اس کے جوڑنے میں ڈھائی کروڑ میخوں کی کثیر تعداد لگی۔ اس کو پہلی دفعہ جب رنگا گیا تو اس پر ساٹھ ہزار رنگ کے ڈبے لگے۔ اس مینار کی بلندی ۹۸۵ فیٹ ہے۔ "چار پایوں" پر کھڑا یہ دیوقامت مخروطی مینار دنیا کی بلند ترین عمارات میں ایک منفرد شان رکھتا ہے۔ اس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بنانے پر اگرچہ بعد میں آنے والوں نے بہت اعتراضات بھی کیے کہ اس قدر خرچ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ لیکن اس مینار سے روزانہ کی آمد کا اگر حساب لگایا جائے تو یہ اپنے خرچ سے کئی گناہ زیادہ کما چکا ہے۔ اور دوسری بڑی بات یہ ہے کہ اس ٹاور سے دنیا جہان میں ان کی انجنئرنگ اور فن تعمیرات میں ان کی ثقاہت کا جو چرچا اور شہرت ہے۔ پیرس کی ایک بڑی وجہ شہرت یہ ٹاور بھی ہے۔ دنیا کے تقریباً تمام بڑے بڑے اشتہارات پبلسٹی اور ایڈورٹائزنگ کی عکس بندی یہاں کی جاتی ہے۔ میری موجودگی میں بھی کئی بڑی کمپنیوں کے اشتہارات کی فلم بندی ہوری تھی۔ اور اس میں الجزائر اور مراکش کے لوگ پیش پیش تھے۔ اس ٹاور کی صحیح عظمت اور قدرومنزلت اور ہیبت کا اندازہ وہ شخص کرسکتا ہے۔ جو اس کے نیچے کھڑا اس کی بلندیوں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتا ہے۔ ایک مشت خاک انسان کے ہاتھوں کس قدر عظیم عجوبے وجود میں آتے ہیں۔ کمال اور تخلیق کا شوق ہر دور کے انسان میں موجود رہا ہے۔ اور اس میں انسان دور جدید کے سہولیات کا بھی محتاج نہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کا عظیم بحری بیڑہ ہویا حضرت داؤد علیہ السلام کی فن زرہ سازی، ذوالقرنین کا سد سکندری ہو، بابل کے معلق باغات ہوں یا قوم عادوثمود کی عظیم تعمیرات۔ قوم سبا کا شاہکار ڈیم ہویا حسن بن الصباح کا قلعہ الموت، اندلسی مسلمانوں کا شاہکار قصراشبیلیہ ہویا عبدالرحمن الداخل کی مسجد قرطبہ۔ ہزاروں سال پرانے احرام مصر ہوں یا دیوار چین۔ یونان کے قدیم مندر ہوں یا جیپور فتح پور سیکری کا قلعہ، دہلی کا قطب مینار ہویا آگرہ کا تاج محل۔ الغرض ہر دور میں اس نے وہ وہ کارہائے عظیم انجام دیئے کہ بعد میں آنے والے سوائے اظہار حیرت کے اور کچھ نہ کرسکے۔

ع عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے

ہر جانب سے سیاحوں کے لشکر اس لوہے کی چٹان کو سر کرنے بڑھے چلے آرہے تھے، جو بھی پہلی نظر سے دیکھتا ورطۂ حیرت میں پڑجاتا۔ اس کی اہمیت اور عالمگیر شہرت سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

متاثر ہوکر دنیا جہان سے سیاح صرف اسی کو دیکھنے کیلئے آتے ہیں، اکثر سیاحوں کو تو فرانس میں ماسوائے اس ٹاور کے کسی اور چیز سے دلچسپی ہی نہیں ہوتی اور صرف اس مینار کی "زیارت" کو مقصود سفر بناتے ہیں۔ دریائے سین کے کنارے دو سڑکوں کے ساتھ وسیع وعریض سرسبزوشاداب میدانوں میں یہ ٹاور اپنی تمام تر شکوہ، بلندیوں، اور وقار و تمکنت کے ساتھ خاموش فلک کے ساتھ سرگوشیوں میں مصروف ہے۔ مہم جویانہ طبعیت نے اس ٹاور کو سرکرنے کی ٹھان لی اور افق پیمائی کے شوق میں ذوق پرواز نے پر تولنا شروع کیلئے کر دیئے۔

ٹاور پر چڑھنے کی 'سعادت' کو حاصل کرنے کے لئے لوگوں کا جم غفیر لائنوں میں موجود تھا، بلکہ باقاعدہ صف بندی کی گئی تھی۔

کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک

یورپ میں سب سے اچھی روایت قطار اور انتظار کرنا، اور دوسرے لوگوں کا خیال رکھنا ہے اور یہ ان کا سب سے بڑا وصف ہے بڑے بڑے آدمی بھی بغیر قطار کے کوئی شے حاصل نہیں کرسکتے چاہے اِنتظار کرتے پورا دن گزر جائے۔

یہاں یہ بات ناممکن ہے کہ آپ بغیر لائن اور باری کے کچھ حاصل کرسکیں یہ نظم ونسق اور دوسرے کا احترام ایک قابل قدر بات ہے۔ ہمارے ممالک میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ہم جیسے ناآشنائے صبروانتظار نے بھی یہ تلخ آبہ انتظار برداشت کیا۔ کئی سیاح تومرغک بے مایہ کی طرح اس شاخ بلند تک پہنچنے کیلئے تڑپ رہے تھے اوپر جانے کے لئے انتظامیہ نے 'مراتب' کے لحاظ سے ٹکٹ مقرر کئے تھے۔

ایک راستہ سیڑھیوں کا تھا جو دشوار اور سخت محنت طلب تھا، یہ سیڑھیاں جو صرف پہلی منزل تک پہنچتی تھیں اور اس کا ٹکٹ سب سے سستا تھا، دوسرا راستہ ہم جیسے "سہل پسند" اور "آرام طبع" افراد کیلئے تھا۔ اور یہ ایک لفٹ کا راستہ تھا۔ میں نے دوسرے راستہ کا انتخاب کیا کہ کسی مقام پر عزیمت کے علاوہ رخصت پر بھی عمل کبھی کبھار کرلیناچاہیئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ٹکٹ کے مختلف درجے تھے، 35 فرانک، 45 فرانک اور سب سے اعلیٰ اور چوٹی تک کا کرایہ 60 فرانک تھا، اور یہ سب سے اوپر تک جاتا تھا۔ ٹاور کی ہر منزل پر ایک چھوٹا سا خوبصورت ریسٹورنٹ بھی بنایا گیا ہے۔ میں نے شاخ بلند کا ٹکٹ لیا کہ عنقارا بلند است آشیانہ آخری بلندیٔ کے سارے منازل طے کرنے کے بعد ٹاور کے آخری منزل پر پہنچ گیا۔ جہاں سے پیرس کا حسین نظارہ سیاحوں کو ایک عجیب خوش کن دعوت نظارہ دے رہا تھا۔

ہے دیکھنے کی چیز اسے بار بار دیکھ

سیاحوں کی سہولت کیلئے دوربینیں فٹ تھیں اور رنگین تصاویر پر پیرس کی تمام اہم عمارات اور دور دراز علاقوں کا تفصیلی حال لکھا ہوا تھا، ساتھ ہی ساتھ ہر عمارت کی حیثیت اور اس کا محل وقوع بھی درج تھا۔ ہوا میں نمی اور ٹھنڈک تھا۔ اس جگہ کو ہیٹر کے ذریعے گرم کیا گیا تھا۔ اس کے بعد دس بارہ سیڑھیاں اوپر تک چلی گئی تھیں، یہاں پر انتہائی بلندی کے باعث سخت سردی تھی، چاروں جانب حفاظتی جنگلہ تھا، کیونکہ بہت سارے لوگوں نے مادیت، لامذہبیت اور زندگی کی کشاکش اور خراب حالت کے باعث تنگ آکر خودکشی کیلئے اس ٹاور کو استعمال کیا تھا۔

کافی دیر تک میں ٹاور کے اس حصے میں گھومتا رہا، پیرس کی مسحور کن خوبصورتی اس کے وسیع و عریض اور تاریخی شہر نے نہایت ہی متاثر کیا۔ شہر کے درمیان میں دریائے سین ندی کی مانند بہہ رہا تھا۔ یہاں کافی دیر ہوگئی، تو بھوک سے برا حال تھا۔ پاپ کارن کا ایک پیکٹ لیا جو تقریباً پینسٹھ ستر روپے کا پڑا۔ پیرس دنیا کا مہنگا ترین شہر ہے۔

میں دریائے سین کے کنارے خوبصورت بینچوں پر بیٹھ گیا۔ میری آنکھوں کے سامنے فرانس کی تاریخ، انقلابات اور سینکڑوں سال پرانی تہذیب و تمدن کے اوراق کھلنے لگے فرانس نے دنیا کے کئی علاقوں پر حکمرانی کی ہے۔ کئی اقوام کو اس نے بہ زور شمشیر غلامی کی زنجیر میں برسوں تک جکڑے رکھا۔ اور مدتوں یہ آزادی کا علمبردار خود کئی اقوام کی آزادی کو سلب کئے رکھا۔ آج دنیا جہان میں انقلاب فرانس کے حامی اور اس کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جمہوریت ،مساوات اور انسانی حقوق کا تحفظ اور آزادی کا پرچار کرنے والے زرا ماضی کے جھرکوں سے اس کے خون خوار کردار کو دیکھیں تو ان کو اس کا سیاہ چہرہ نظر آئے گا۔ اس ملک نے بھی انگلستان کی طرح کئی نوآبادیاتی کالونیاں بنائیں طاقت اور غرور کے نشے میں خود یورپین ممالک کو بھی نہیں بخشا۔ اور وقفہ وقفہ سے ان پر چڑھائی کی۔ خصوصاً عالم اسلام کے خلاف اس نے جو کچھ کیا وہ ہلاکو، چنگیز ،اور تاتاریوں کے فتنے سے زیادہ ہے۔

فرانس کا اسلام دشمن کردار:۔

میں دریا سین کے کنارے انہی سوچوں میں ڈوبا ہواتھا ۔ اور فرانس کے مظالم گن رہا تھا میرے سامنے فرانس کا عالم اسلام کے خلاف قابل نفریں کردار، اس کی مکروہ سازشیں اور اس کے ناقابل بیان مظالم پھرنے لگے۔ دریا سین کی لہریں مجھے دجلہ و فرات اور نیل کی داستانیں سنانی لگیں فرانس نےجولائی ۱۷۹۸ء میں نپولین کی قیادت میں مصر پر حملہ کیا اسکندریہ کو فتح کرنے کے بعد یہ قاہرہ بھی پہنچ گیا اور اس نے مصر میں قتل وغارت ، لوٹ مار کا بازار گرم کیا۔ اس کے خلاف بغاوتیں بھی ہوئی لیکن اس نے ہر بغاوت کو جبرواستبداد کی ذریعہ دبایا، قاہرہ میں ۲۱ اکتوبر ۱۷۹۸ ءمیں بغاوت ہوئی اور اس ظالم بد بخت جرنیل نے تقریباً پانچ ہزار نہتے شہریوں کو شہید کیا۔ اسی طرح فرانسیسیوں نے شام میں جو کچھ کیا ہے وہ بربریت کا ایک سیاہ داغ ہے۔ شام میں اس نے تقریباً ۲۹ برس تک مسلمانوں کے خون کے ساتھ ہولی کھیلی ۔ ۱۹۱۸ ء میں اس نے شام پر قبضہ کیا۔ نپولین نے جافہ میں پانچ ہزار قیدیوں کو باوجود صلح کے قتل کیا۔ شام کے غیور مسلمانوں نے ہمت نہ ہاری۔ اور باالآخر فرانس ۱۹۴۶ ءمیں شام سے بھاگنے پر مجبور ہوا۔ فرانس کے مظالم کی داستان طویل ہے۔ اس نے الجزئر پر بھی کافی عرصہ قبضہ کیا۔ اور ہزاروں مسلمانوں کو اس نے قتل کیا۔ الجزئر کے عوام نے احمد بن بیلا اور فرحت عباس کی قیادت میں تحریک آزادی چلائی۔ ۱۹۶۲ ء میں فرانسیسی استبداد سے آزادی حاصل کی۔ فرانس نے ترکوں اور عربوں میں تفرقہ ڈالا۔ اور عربوں کو سلطنت عثمانہ کے خلاف بغاوت کرنے پر اکسیا۔اور مسلمانوں کی عظیم خلافت کو باالآخر ناپاک سازشوں کے ذریعہ ختم کردیا۔ (جاری ہے)

© rasailojaraid.com